ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء
عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا
غلام احمد قادیانی

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

تار کا پتہ
الفضل قادیان

THE ALFAZL
QADIAN

الفضل
قادیان

اخبار ہفتہ میں تین بار
فی پرچہ تین پیسے

ایڈیٹر
غلام نبی

قیمت سالانہ ... ششماہی ... سہ ماہی ...

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر ۶ | مورخہ ۱۸ جولائی ۱۹۲۵ء | یوم شنبہ | مطابق ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ | جلد ۱۳

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ آل مسلم پارٹیز کانفرنس کی طرف سے حضور کی خدمت میں دعوت شرکت موصول ہوئی تھی۔ جس پر حضور نے ان امور کے متعلق جو اس کانفرنس کے ایجنڈا میں درج ہیں۔ ایک مضمون رقم فرمایا۔ جس میں ان امور کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے نہایت قیمتی مشورے دئیے (یہ مضمون اسی اخبار میں درج ہے) اور اپنی طرف سے حسب ذیل اصحاب کو شمولیت کانفرنس کے لئے امرتسر روانہ فرمایا ہے:۔

جناب مفتی محمد صادق صاحب (۲) جناب میر محمد اسحٰق صاحب (۳) جناب ذوالفقار علی خان صاحب (۴) جناب چوہدری فتح محمد صاحب (۵) جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری (۶) جناب حافظ روشن علی صاحب اور جناب چوہدری ظفر اللہ خان صاحب بیرسٹرایٹ لاء کو لاہور سے شمولیت کے لئے آنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ مندرجہ بالا حضرات ۱۵ مرکی شام کو قادیان سے روانہ ہو گئے۔

ڈاکٹر زویمر اور قادیان

(از ریویو آف ریلیجنز لنڈن ماہ جون)

مشہور و معروف عیسائی مشنری ڈاکٹر زویمر نے اپنے ایک مضمون میں جو بعنوان "ہندوستان میں اسلام" "چرچ مشنری ریویو" لنڈن میں چھپا ہے۔ اپنی آمد قادیان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"ہمارا استقبال نہایت گرمجوشی کے ساتھ کیا گیا درحقیقت انہوں نے ایک دوسرے ریلوے سٹیشن پر ہمیں لانے کے لئے آدمی بھیجا (مگر ہم دوسرے رستہ آ گئے) اور ہمیں گھنٹوں کی بجائے دنوں تک قادیان میں ٹھہرنے کی دعوت دی۔ میرے دوست ڈاکٹر محمد صادق صاحب نے جو کہ قبل ازیں ڈی ٹرائٹ اور شکاگو میں کام کر چکے ہیں۔ معذرت کی۔ کہ ہم اس جگہ آپ کی "ڈرائنگ چیئر اور ہینی ڈوبیلن" (امریکی سامان تواضع) سے تواضع نہیں کر سکتے۔ انہوں نے ہماری پوری پوری خاطر و مدارات کی۔ اور ہم نے اس جگہ کے تمام مقامات کو دیکھا۔ مثلاً چھاپہ خانے۔ صیغہ ڈاک صیغہ ترسیل۔ مدرسہ احمدیہ۔ لڑکیوں اور لڑکوں کے مدارس۔ اشاعت و تبلیغ میں ایک سرگرم گروہ یہاں سے نہ صرف ریویو آف ریلیجنز ہی ایک رسالہ شائع ہوتا ہے بلکہ تین اور میگزین بھی اس جگہ سے نکلتے ہیں۔ اور لنڈن پیرس۔ برلن۔ شکاگو۔ سینگاپور اور تمام مشرق قریب کے ساتھ خط و کتابت کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ چھوٹے چھوٹے دفاتر ہر قسم کے دستیاب ہونے والے سامان مختلف قسم کی انسائیکلو پیڈیا۔ ڈکشنریوں اور عیسائیت کے خلاف لٹریچر سے بھری پڑی ہیں۔ یہ ایک اسلحہ خانہ ہے جو ناممکن کو ممکن بنانے کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ اور ایک زبردست عقیدہ ہے۔ جو پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہلا دیتا ہے۔"

امتحان وکالت دینے والوں کے لئے دعا

امسال خدا کے فضل سے ہماری جماعت کے دس نوجوانوں نے ایل ایل۔ بی کا امتحان دیا ہے۔ احباب دعا فرماویں کہ خدا تعالیٰ انہیں کامیاب کرے۔ اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

اخبار احمدیہ

شکریہ احباب

مجھے اس بات کو دیکھ کر ازحد خوشی ہے۔ کہ مقامی جماعت نے خصوصاً اور بیرونی جماعتوں نے عموماً عزیزم عبدالرحمٰن کے مقدمہ غیراحمدیان میں مبتلا ہونے کے دنوں میں ہمارے ساتھ خاص ہمدردی کی ہے۔ اور اس ہمدردی میں نہ صرف مرد بلکہ خواتین بھی شریک ہیں۔ میں نے دیکھا۔ کہ ہم نے باوجود والدین ہونے کے عزیز عبدالرحمٰن کیلئے اسقدر دعائیں نہیں کیں۔ جسقدر کہ دیگر احباب اور بہنوں نے کی ہیں۔ میں اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان سب بزرگوں اور بھائیوں اور بہنوں کو اس سچی ہمدردی کی جزائے خیر دے۔ اور ہمیں اور عزیز عبدالرحمٰن کو توفیق دے۔ کہ ہم سب اس ہمدردی کے مستحق ثابت ہوں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ عزیز سے عزیز رشتہ دار دں میں بھی ایسی ہمدردی کی مثال نہیں پائی جاتی۔ جو ہم نے اس موقعہ پر اپنے مخدوم بزرگوں اور بھائیوں اور بہنوں کی طرف سے مشاہدہ اور تجربہ کی۔ ہمیں اور ہماری نسلوں کو اللہ تعالےٰ نے اس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سچا خادم بنائے۔ جن کا برائے نام غلام کہلانے کی وجہ سے ہم نے ایسی ہمدردی اور شفقت اپنے احباب سے دیکھی۔ فجزاھم اللہ خیراً۔

میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اور حضرت ام المومنین اور خاندان نبوت اور خاندان خلافت اولیٰ و خلافت ثانیہ کا بھی خصوصیت کے ساتھ عاجزانہ شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ انہوں نے سب سے بڑھکر اس موقع پر ہم ناچیز غلاموں کے ساتھ ہمدردی کر کے ہماری عزت افزائی کی۔ اللہ تعالےٰ ان سب کے درجات کو بلند فرمائے۔ اور ہمیں اور ہماری نسل کو ہمیشہ کیلئے جانثار غلام بنا دے۔ آمین۔

میں ان قادیان کے احباب اور بیرونی بھائیوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے عزیزم عبدالرحمٰن کی بریت پر خوشی کا اظہار فرمایا ہے۔ اور مبارکباد کے تحفے بھیجے ہیں۔

ایسا ہی میں ان احباب کا بھی نہایت ہی ممنون ہوں۔ جنہوں نے بندہ کے والد بزرگوار کے انتقال پر اس خاکسار کے ساتھ ہمدردی کا اظہار فرمایا ہے۔ اور ان کے لئے دعائے مغفرت اور نماز جنازہ پڑھکر مجھے ممنون احسان کیا ہے۔ میں ان سب کے لئے دعا کرتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ انکو جزائے خیر دے۔ میں اپنے احباب سے امید کرتا ہوں۔ کہ سب نے مجھ پر یہ احسان فرمایا ہوگا۔ کہ بندہ کے والد مرحوم کیلئے جنازہ غائبانہ پڑھا ہوگا۔ اور ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی ہوگی۔ بعض نے مہربانی فرما کر بندہ کو اطلاع بھی بھیجی ہے۔ لیکن اگر بعض جماعتیں ایسی باقی ہوں۔ جو ابھی تک بندہ کے والد مرحوم و مغفور کیلئے نماز جنازہ نہیں پڑھ سکیں۔ تو انکی خدمت میں مکرر اس امر کی درخواست کرتا ہوں۔

اللہ تعالےٰ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کو جزائے خیر دے۔ جنہوں نے ازراہِ کرم بندہ کے والد مرحوم کے لئے جنازہ غائبانہ پڑھکر بندہ کو اور بندہ کے والد مرحوم کو ممنون احسان کیا ؞

خاکسار۔ شیر علی عفی اللہ عنہ

دیوبندی علماء کو چیلنج

گذشتہ پرچہ الفضل جس میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا چیلنج علماء دیوبند کے نام شائع کیا گیا ہے متعدد علماء دیوبند کو بھیج دیا گیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو۔ اگر وہ شرائط در شرائط کی الجھنوں میں پڑنے کی بجائے فیصلہ کن امر کی طرف آجائیں۔ تا دنیا پر ثابت ہو جائے کہ معارف قرآنیہ جاننے والی جماعت اسوقت کونسی ہے ؞

ایک تنگدست احمدی کا اخلاص

ایک لاکھ چندہ خاص کی تحریک کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جو کامیابی عطا فرمائی ہے وہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کے اعلان سے احباب معلوم کر چکے ہیں۔ اس تحریک میں حصہ لینے والے احباب نے اخلاص اور ایثار کا ایسا نمونہ دکھایا جسکی نظیر کسی اور قوم میں ملنا ناممکن ہے اس بارے میں ہم بعض خطوط پہلے شائع کر چکے ہیں۔ ایک تازہ خطاب درج ذیل ہے۔

ملک محمد الطاف حسین صاحب احمدی سکنہ تربناب ضلع پشاور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے حضور لکھتے ہیں۔

"بوقت تحریک ایک لاکھ چندہ میں نے ایسی حالت میں دس روپے کا وعدہ لکھدیا جبکہ ۲ ر اکتوبر ۱۹۲۴ء سے علاقہ ہذا میں میری زرعی اراضی اور کاروبار وثیقہ نویسی بوجہ شدید مخالفت بند ہے [illegible] کثیر کنبہ کا گذارہ نہایت تنگی سے ہوتا ہے۔ دس روپیہ چندہ موعودہ میں سے پانچ روپیہ پہلے ادا کر چکا ہوں۔ مزید پانچ روپیہ کیلئے دل نے بوجہ تنگدستی تساہل اختیار کیا۔ یکبارگی مزید میعاد کے اندر ہر وقت بوقت نماز تہجد دل شرمندہ ہو کر کہتا۔ کہ کہیں سے قرض لیکر ادا کر دوں۔ تا وعدہ شکنی پر اللہ کریم ناراض نہ ہو۔ مگر حالات امتحانی تھے۔ کہ کچھ انتظام ہو سکا۔ اسی انتظار میں متواتر تین رات تہجد پڑھتے وقت حضور کی پیاری شکل مہربان رونق افروز ہو کر تحریک کا نظارہ اچانک اندھیری رات میں آنکھوں کے سامنے آجاتا۔ آج صبح میں نے اپنی اضطراب کا ذکر اپنی بیوی سے کیا۔ تو اس نے کہا۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کے عید کے کپڑوں کیلئے اور تین روپے آرد کیلئے کل دس روپے کا نوٹ ہے۔ ان میں سے پانچ روپیہ آج ہی بقایا چندہ میں ۳۰ ر جون سے پیشتر بھیجدو۔ اسلئے اللہ کریم کا شکر گذار ہوں۔ کہ باوجود اسقدر ابتلا اور تنگدستی کے اس نے اپنے فضل سے یہ توفیق بخشی۔ قبول فرما کر دعا فرمادیں۔ والسلام ۲۷ جون ۱۹۲۵ء

(الفضل) احباب دعا فرمادیں۔ کہ خدا تعالےٰ اس مخلص بھائی کی مشکلات دور فرمائے ؞

تبلیغی ٹریکٹ

کیا بیرونی سکرٹری صاحبان جنہوں نے گذشتہ ایام میں کسی قسم کے احمدیہ تبلیغی ٹریکٹ غیراحمدیوں یا دیگر اقوام میں تبلیغ کرنے کیلئے چھپوائے ہوں۔ بندہ کی طرف چند کاپیاں ارسال کر سکتے ہیں۔ یہاں سخت ضرورت ہے۔ بندہ بھی عنقریب ٹریکٹ چھپوا کر ان کو اور دیگر دوستوں کو بھیجنے کی کوشش کریگا۔ وما توفیقی الا باللہ۔

عاجز محمد ابراہیم ہیڈ ماسٹر انچارج مڈل سکول و سکرٹری انجمن احمدیہ سیدوالہ ضلع شیخوپورہ ؞

ڈگری ملنے پر مبارکباد

حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق مدظلہ العالی کو ۳۰ ر جون ۱۹۲۵ء لینگن جیفرسن یونیورسٹی شکاگو (امریکہ) کے پریذیڈنٹ اے ڈبلیو سلیڈ اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ہماری یونیورسٹی کے ڈائرکٹروں کے بورڈ نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ محقق صاحب دہلوی کو ڈاکٹر آف لٹریچر کی ڈگری یونیورسٹی کی طرف سے پیش کیجائے۔ جس کے لئے ہم جناب محقق صاحب کو مبارکباد کہتے ہیں۔

انجمن احمدیہ دہلی کے دفتر کی تبدیلی

انجمن احمدیہ کا دفتر جو رسالہ دستکاری و محقق کا کوچہ پنڈت میں واقع تھا اب کٹرہ بڑیاں متصل فتح پوری مسجد تبدیل ہو گیا ہے۔ لہذا احمدی احباب کو اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ کٹرہ بڑیاں میں تشریف لائیں۔ جس جگہ جمعہ کی نماز اور اتوار کو جلسہ ہونیکے علاوہ لائبریری بھی قائم ہو گئی ہے۔ جہاں تقریباً تمام اخبار اور رسائل بھی اور ہر علم کی کتابیں بھی مفت آکر مطالعہ کر سکتے ہیں۔

شفیع احمد سکرٹری تبلیغ انجمن احمدیہ دہلی۔

درخواست

برادرم غلام مصطفےٰ صاحب ملازم پلٹن ۴۶ ہانگ کانگ احباب سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ مشکلات کے دور ہونے کیلئے دعا کیجائے۔ آپ تھوڑے ہی عرصہ سے احمدی ہوئے ہیں۔ لیکن بہت پرجوش احمدی ہیں۔

اعلان نکاح

میاں عبدالرحمٰن صاحب احمدی ولد منشی محمد [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے پروگرام پر ایک نظر

حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ امام جماعت احمدیہ کے قلم سے

آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے پروگرام کی ایک کاپی مجھے بھی بھیجی گئی ہے اور خواہش کی گئی ہے۔ کہ میں بھی اس میں شامل ہوں۔ چونکہ نظر بر حالات موجودہ میں خود شمولیت کرنے سے معذور ہوں۔ اس لئے تحریراً میں اپنے نمائندوں کے ذریعہ سے اپنے خیالات زیر بحث مواضیع کے متعلق بیان کرتا ہوں۔ اور یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ یہی خیالات جماعت احمدیہ کے اس حصہ کے ہیں۔ جو میری بیعت میں شامل ہے اور جو اسکے مطابق عمل کر رہا ہے۔ اور دوسری جماعتوں سے ملکر جہاں تک اسکے عقائد اور اسکی قومی ضروریات اجازت دیں۔ عمل کرنے کے لئے تیار ہے۔ چونکہ یہ دعوت مجھے دیر سے پہنچی ہے۔ اور چونکہ بوجہ بیماری میں صرف آج کہ تیرہ تاریخ ہے۔ اسپر کچھ لکھنے کے قابل ہؤا ہوں۔ اسلئے مجبوراً نہایت اختصار سے اسپر اپنے خیالات کا اظہار کرسکتا ہوں ٭

اسلام کی سیاسی اور مذہبی تعریف

مجھے ابتداء ہی میں اس بات کو جتا دینا چاہیئے۔ کہ کبھی بھی آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے داعیان کو اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوسکتی جب تک وہ اس امر کو نہ سمجھ لیں۔ اور سب مسلمانوں کو اپنا ہمخیال نہ بنالیں۔ کہ اسلام کی اس زمانہ میں دو تعریفیں ہیں۔ ایک مذہبی اور ایک سیاسی۔ مذہبی تعریف ہر ایک شخص کے اختیار میں ہے۔ وہ جو چاہے تعریف کرے۔ اور اس کے مطابق جس کو چاہے۔ کافر بنائے۔ اور جس کو چاہے مسلمان۔ کسی کا حق نہیں۔ کہ اسپر اس سے ناراض ہو۔ گو ہر ایک کا حق ہے۔ کہ اسکو اگر وہ غلطی پر ہے سمجھائے۔ دوسری تعریف سیاسی ہے۔ اور یہ تعریف کوئی فرقہ خود نہیں کرسکتا۔ بلکہ یہ تعریف اسلام کا لفظاً و معناً انکار کرنے والے لوگ کرتے ہیں۔ اور کرسکتے ہیں۔ سیاسی طور پر کون لوگ مسلمان ہیں؟ اس کا جواب نہ دیوبند دے سکتا ہے۔ نہ قادیان نہ فرنگی محل۔ نہ گولڑہ اور نہ علی پور۔ اس کا جواب صرف ہندو اور عیسائی اور سکھ دے سکتے ہیں۔ جن سے مسلمانوں کا سیاسی واسطہ پڑتا ہے۔ اگر ایک جماعت کو دیگر مذاہب کے پیرو مسلمان کہتے۔ اور سمجھتے ہیں۔ تو ایک لاکھ مولویوں کے فتوے بھی انکو سیاست اسلامیہ سے باہر نہیں نکال سکتے۔ سنی خواہ شیعوں کو۔ اور شیعہ خواہ سنیوں کو کافر کہیں۔ لیکن دیکھنا یہ ہے۔ کہ سیاسی معاملات میں ہندو اور سکھ سُنیوں اور شیعوں سے کیا معاملہ کرینگے کیا سنیوں کے شیعوں کو کافر کہنے کے سبب سے ہندو لوگ سنیوں اور شیعوں سے الگ الگ قسم کا معاملہ کرینگے۔ نہیں وہ جو کارروائی ایک قوم کے خلاف کرینگے وہی دوسری کے خلاف بھی کرینگے۔ پس سیاستاً ان کے مفاد ایک ہیں۔ جن کو اسلام کا لفظ حاوی ہے۔ اور اگر وہ اس نکتہ کو نہیں سمجھیں گے۔ تو انکو ایک ایک کرکے دوسری قومیں کھا جائینگی۔ اور انکو اس وقت ہوش آئے گی۔ جب ہوش آنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

سیاسی اُمور میں ضرورت اتحاد

اس اصل کے بیان کر دینے کے بعد میں تمام ان فرقوں کے لوگوں سے جو اسلام کی طرف اپنے آپکو منسوب کرتے ہیں کہتا ہوں کہ عقیدتاً وہ خواہ ہمیں کافر کہیں اور خواہ ہم انکو کافر کہیں۔ اسلام کے نام نے ہمارے سیاسی فوائد کو اس طرح ملا دیا ہے۔ کہ ہم سیاستاً ایک دوسرے کو مسلمان قرار دینے پر مجبور ہیں۔ اور اگر کوئی ایک فرقہ مذہبی عقیدہ کی بناء پر سیاسی جدوجہد میں بھی الگ کر دیا گیا۔ تو یاد رکھو۔ کہ اس کا یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ وہ اپنی زندگی کے قیام کے لئے دوسری اقوام سے سمجھوتہ کرنے پر مجبور ہوگا۔ اور اس صورت میں اسے ان فرقوں کے مقابلہ میں جنہوں نے اسے سیاستاً کچلنے کی بلکہ مارنے کی کوشش کی تھی۔ ضرور اس جماعت کی رعایت کرنی ہوگی۔ جو اس سے معاہد ہو کر اسکی حفاظت کا وعدہ کرے۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے۔ کہ سیاسی میدان میں کوئی قوم بغیر طاقتور ہمسایوں سے معاہدہ کئے زندہ رہ سکے۔ اور یہ آپ لوگ ہرگز امید نہیں کرسکتے کہ ایک جماعت کو آپ لوگ دھتکار کر نکال دیں۔ اور پھر یہ بھی امید کریں کہ وہ دوسری قوموں کی طرف بھی رجوع نہ کرے۔ اور دستِ تظلم کی داد دیتے ہوئے اپنے سیاسی وجود کو فنا کر دے۔ اس قسم کی وفا کی مثالیں افراد میں مل سکتی ہیں۔ اور وہ بھی شعراء کے کلام میں۔ قومیں اس قسم کی وفا کا نمونہ دکھا کر زندہ نہیں رہ سکتیں۔ سوائے اس صورت کے کہ انکی عقل ماری گئی ہو۔ اگر قلیل التعداد جماعتوں کو حقیر سمجھ کر اپنے سے دور پھینکا گیا۔ محض اسلئے کہ ہمارا مذہبی اختلاف ہے یا اسوجہ سے ہی کہ ہم ایکدوسرے کو کافر سمجھتے ہیں۔ تو ہندوستان میں دوسری منظم قومیں موجود ہیں جو ان دور پھینکے جانیوالوں سے سیاسی سمجھوتہ کرکے اپنی سیاسی طاقت کو بڑھانے کی خواہشمند ہیں۔ پس ہر ایک چیز کو اسکے مقام پر رہنے دو۔ مذہبی کفر و اسلام کو مذہب کی بحثوں تک محدود کیجئے۔ اور سیاسی کفر و اسلام کو سیاسی اعمال و عقائد تک محدود کیجئے۔

کانفرنس کے متعلق مشورہ

اس کے بعد میں اپنے خیالات ان سوالات کے متعلق جن پر کانفرنس میں غور کیا جائے گا۔ بتاتا ہوں۔ مگر یہ بھی مشورہ دینا چاہتا ہوں۔ کہ ایسے اہم امور ایک کانفرنس میں کبھی طے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ایک ہی وقت میں علم کا حاصل کرنا اور اس کا نتیجہ بھی نکال لینا نہایت ہی مشکل کام ہے۔ پس چاہیئے کہ اس کانفرنس میں صرف تبادلہ خیال ہو۔ اور اس کے دو یا تین ماہ کے بعد پھر لوگ اکٹھے ہوں۔ اور اس کانفرنس میں کسی خاص نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کی جائے۔ اس عرصہ میں لوگ تمام تجاویز پر خوب غور وفکر کریں گے۔ اور ان کی رائے زیادہ مضبوط ہوگی۔

تبلیغی نظام کا سوال

جو سوالات کانفرنس میں پیش ہوں گے۔ ان میں سے سب سے پہلا سوال جو درجہ کے لحاظ سے بھی پہلا ہے یہ ہے۔ کہ تمام ملک ہند کے لئے ایک تبلیغی نظام مقرر کیا جائے۔ اور تبلیغی انجمنوں کے اندر اتحاد پیدا کرتے ہوئے تقسیم کار کی صورت نکالی جائے۔

میرے نزدیک یہ سوال اسلام کے لئے ایسا ہی اہم ہے۔ جیسا کہ انسان کے لئے زندگی اور موت کا سوال۔ اسلام تبلیغ کے ذریعہ سے ہی زندہ رہا ہے۔ اور زندہ رہیگا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ مبلغوں کے متعلق فرماتا ہے۔ کہ اولٰئک ھم المفلحون ۔ وہی لوگ کامیاب ہوں گے۔ یعنی مسلمانوں کی کامیابی ہمیشہ تبلیغ سے وابستہ رہیگی۔

اسلام میں قوت جاذبہ

تبلیغ کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اسلام میں جو قوت جذب کرنے کی موجود ہے۔ وہ اور کسی مذہب میں نہیں۔ نہ ہندوؤں میں نہ سکھوں میں نہ مسیحیوں میں وہ اخوت اور مساوات ہے۔ جو اسلام میں ہے۔ اس لئے اسلام کو تبلیغ میں جو آسانیاں ہیں۔ وہ دوسری قوموں کو حاصل نہیں ہیں۔ خصوصاً جبکہ اس امر کو مدنظر رکھا جائے۔ کہ فوج در فوج لوگ جو کسی مذہب کو قبول کرتے ہیں وہ اسکی روحانی خوبیوں کی وجہ سے نہیں کیا کرتے۔ بلکہ اس کی تمدنی اور سیاسی خوبیوں کی وجہ سے کرتے ہیں۔ اور اس قسم کی قومیں ہمیشہ وہی ہوتی ہیں۔ جو تمدناً یا ادنیٰ ہوں۔ یا ان کو ادنےٰ سمجھا جاتا ہو۔ پس تبلیغ کا بہترین میدان ہندوستان کی وہ قومیں ہوں گی۔ جو تمدناً ادنیٰ ہیں۔ یا ادنیٰ سمجھی جاتی ہیں۔

تبلیغ اسلام میں مشکلات

لیکن ان قوموں کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ان پر مسیحی ایک لمبے عرصہ سے اور ہندو کچھ سالوں سے حملہ آور ہو رہے ہیں۔ مسیحیوں کو یہ فوقیت حاصل ہے۔ کہ اسوقت تک تیس لاکھ سے زیادہ ایسے آدمیوں میں سے وہ اپنے ساتھ شامل کر چکے ہیں۔ اور اس وجہ سے نئے داخل ہونیوالوں کو ان میں ملنا بہ نسبت دوسرے مذاہب کے زیادہ آسان ہے۔ پنجاب میں چار لاکھ کے قریب چوڑے ہیں۔ جن میں سے نصف کے قریب عیسائی ہو چکے ہیں۔ اور اب عیسائی ہونیوالوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ کیونکہ اب غیر عیسائیوں کو رشتہ کی سخت دقت ہو رہی ہے۔ پس وہ رشتہ ناطے کی غرض سے عیسائی ہو جاتے ہیں۔

دوسری فوقیت ان کو یہ ہے۔ کہ ان کے پاس روپیہ ہے۔ وہ ان کی تعلیم پر خرچ کرتے ہیں۔ اور انکی تمدنی حالت کی درستی کے لئے ان کے واسطے زمیندارہ کا انتظام کرتے ہیں۔

تیسرے پادریوں کے بارسوخ ہونے کی وجہ سے کئی جگہ جرائم پیشہ لوگ مسیحی ہو جاتے ہیں۔ کہ اس طرح وہ جرائم کر کے بھی نسبتاً محفوظ رہتے ہیں۔ اور کئی جگہ نمبر دس کے رجسٹر سے نام کٹوانے کا باعث عیسائی ہو جانا ہوا ہے۔ اور ہوتا ہے۔

چوتھے حکومت کا مذہب بھی مسیحیت کی کوشش کو ضرور بڑھاتا ہے۔

دوسرے نمبر پر سکھ ہیں۔ اور ان کو یہ فوقیت ہے۔ کہ وہ پنجاب میں بڑے زمیندار ہیں۔ اور چونکہ ادنیٰ اقوام کا بیشتر حصہ زراعت پر گذارا کرتا ہے۔ وہ مالک زمیندار کے اثر کو قبول کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ پھر سکھ ہندوؤں کی نسبت جلد ان لوگوں کو اپنے اندر شامل کر لیتے ہیں۔ اور چونکہ ان میں بھی ایک لاکھ کے قریب یہ لوگ داخل ہو گئے ہیں۔ رشتہ ناطہ کا سوال روک نہیں ڈالتا۔

مسلمانوں کو نہ صرف یہ کہ ان قوموں کی طرف توجہ نہیں۔ بلکہ وہ ان کے مسلمان ہونے میں اس لئے روک ڈالتے ہیں۔ کہ پھر ہمارے گھروں کی صفائی کون کریگا۔ چنانچہ ایک علاقہ میں چھ ہزار کے قریب ادنیٰ اقوام کے آدمی اسلام کی طرف مائل ہو رہے تھے۔ کہ ایک مسلمان مولوی کو ایک گاؤں والوں نے مقرر کیا۔ کہ وہ ہمارے واعظ کے پیچھے پیچھے جائے۔ تا وہ ان لوگوں کو مسلمان ہونے پر آمادہ نہ کرے۔ چنانچہ اس مولوی نے سب علاقہ میں دورہ کر کے ان لوگوں کو روکا۔ وہ آج پختہ ہندو ہیں۔ اور کل کو ان زمینداروں کا خون چوسینگے۔

خلاصہ یہ کہ کامیاب تبلیغ کے لئے ہمیں خاص نظام کی ضرورت ہے جس میں ہمیں اس امر کو مدنظر رکھنا ہوگا۔ کہ کس قوم کو کس ذریعہ سے اسلام کی طرف مائل کیا جا سکتا ہے۔ خالی مبلغ مقرر کر دینا ہرگز کافی نہ ہوگا۔ بوجہ قلت وقت میں اس نظام کو جو ہونا چاہیئے۔ لکھ نہیں سکتا۔ اگر میرے خیالات سے آگاہ ہونے اور ان پر غور کرنے کی ضرورت سمجھی جائے۔ تو میں بعد میں بتا سکتا ہوں۔

مخصوص عقائد کی تبلیغ

انجمنوں میں اتحاد اور تقسیم کار کے سوال کے متعلق میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ یہ امید کہ کوئی فرقہ اپنے خیالات کی اشاعت سے باز آ جائے۔ تو امید لاحاصل ہے۔ یہ خیال بھی غلط ہے۔ کہ نومسلموں میں اپنے خیالات نہ پھیلائے جاویں۔ آخر نومسلم بہرے نہ ہوں گے۔ وہ کسی قلعہ میں قید نہ ہوں گے۔ وہ لوگوں سے ملیں گے۔ اور اختلافات کی باتیں سنیں گے۔ اسوقت وہ ضرور اسی مبلغ سے ہدایت پائیں گے۔ جس نے ان کو اسلام کا راہ دکھایا ہے۔ اور وہ کس طرح ان کو جواب دینے سے پہلوتہی کر سکتا ہے۔ یا اپنے عقیدہ کے خلاف بتا سکتا ہے۔ بہرحال نماز روزہ کی تلقین میں اسے ضرور اپنے پسندیدہ مسائل ہی بتانے پڑیں گے۔ اور اختلاف وہیں سے شروع ہو جائے گا۔ پس صورت اتحاد یہی ہے۔ کہ ہر اک جماعت اس امر کو تسلیم کرے۔ کہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھوانیوالا ایک اچھا کام کر رہا ہے۔ خواہ وہ اس کے ساتھ اپنے خیالات بھی منواتا ہو۔ اور دوسری جماعتوں کو اسکے کام سے تعرض نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ کیا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے سے وہ شخص اچھا نہیں۔ جو خواہ خلفاء ثلاثہ کو نہ مانتا ہو امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا ادب نہ کرتا ہو۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو راستباز نبی مانتا ہو۔ یا گو مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کو مجدد یا نبی یا مسیح موعود تسلیم کرتا ہو۔ لیکن رسول کریم صلعم کو آخری شارع نبی اور قرآن کریم کو آخری تشریعی وحی قرار دیتا ہو۔

تقسیم کار کا طریق

تقسیم کار کا بہترین علاج یہ ہوگا۔ کہ مختلف علاقے مختلف جماعتوں کے سپرد کئے جاویں۔ اور ایک دوسرے کے علاقے میں دخل نہ دیں۔ اور غیر مسلموں کی تبلیغ کو اسی کے سپرد رہنے دیں۔ جس کے سپرد وہ علاقہ ہو۔ مگر یہ سوال حل نہ ہوگا۔ جبتک تنظیم کا سوال نہ حل ہوگا۔ کیونکہ اگر کوئی قوم اس معاہدہ کو توڑ دے گی۔ تو سب کیا کرایا کام دریا برد ہو جائے گا۔

تنظیم کا سوال

دوسرا سوال تنظیم کا ہے۔ یہ سوال بھی نہایت اہم ہے۔ بغیر

تنظیم کے کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ بلکہ زندہ نہیں رہ سکتی۔ تنظیمی پروگرام مقرر کرتے ہوئے ہمیں ان امور کو سوچنا نہایت ضروری ہو گا۔ (۱) مختلف جماعتوں کے اندرونی انتظام پر اس کا اثر نہ پڑے۔ (۲) افراد کو کاشتکاروں کی قربانی نہ کرنی پڑے۔ (۳) ذاتی بلندی کے حصول کے خیالات اس نظام کو بیہودہ اور کمزور نہ کر دیں۔

دوسری بات اس امر کے لئے یہ ضروری ہو گی۔ کہ اس نظام کی باگیں ایک باقاعدہ منتخب شدہ جماعت کے ہاتھ میں ہوں۔ جو وقتاً فوقتاً دوبارہ منتخب ہوتی رہے۔ اس سے ایک طرف تو مسلمانوں کے اندر حقیقی نیابت کا طریق کار راسخ ہوتا چلا جائے گا۔ (۲) دوسرے عام رائے کی تربیت ہوتی چلی جائے گی۔ (۳) تیسرے عوام الناس کی دلچسپی کام سے بڑھ جائے گی۔ (۴) ایک ایسی سیاسی مشینری تیار ہو جائے گی جو تحفظ حقوق کے لئے ہر وقت استعمال کی جا سکے گی۔ (۵) ہم گورنمنٹ کو دکھا سکینگے۔ کہ موجودہ فرنچائز [illegible] طور پر محدود ہے۔

مختلف صیغوں کی ضرورت

تیسری بات اس تنظیم کے لئے یہ ضروری ہو گی۔ کہ اس کے مرکزی کام کو مختلف ڈیپارٹمنٹس میں اس طرح تقسیم کیا جائے۔ جس طرح کہ گورنمنٹوں کے محکمے ہوتے ہیں۔ سکرٹری شپ کا طریق نہ ہو۔ بلکہ وزارت کا طریق ہو۔ ہر ایک صیغہ کا ایک انچارج ہو۔ اور اس کام کا ذمہ وار جو ہر سال اپنے صیغہ کی رپورٹ شائع کرے۔ اور ہر صیغہ کے لئے ایک نظم نظر مقرر کیا جائے جس کے متعلق وہ ناظر بتلائے۔ کہ اس نے اس میں سے کسقدر حصہ کو پورا کر لیا ہے۔ اور باقی کے پورا کرنے کی وہ کب تک امید کرتا ہے۔ مثلاً ایک صیغہ تبلیغ کا ہو۔ ایک صیغہ تعلیم و تربیت کا ہو جس کے ذمہ یہ بات ہو۔ کہ وہ ہر مسلمان کو تعلیم یافتہ بنانے کی کوشش کرے۔ اور اس کی صحیح تربیت کا نگران ہو۔ اس صیغہ کے متعلق ایک نہایت ضرور سلسلہ سکولوں اور کالجوں کے طلباء کے اندر قومی روح پھونکنے کا ہو۔ ہر جگہ جہاں کوئی سکول یا کالج ہو یہ انتظام کیا جائے۔ کہ لیکچروں و خطوں ٹریکٹوں اور دوسرے ذرائع سے نوجوانوں کے اندر قربانی کی روح پھونکی جائے۔ اور خود غرضی کا مادہ دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ سیاست حاضرہ میرے نزدیک طلباء کے لئے مفید نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس میں شغل ان کے لئے مضر ہوتا ہے۔ لیکن اصول سیاست کے ماتحت ان میں قومی روح کا پیدا کرنا نہایت مفید اور ضروری ہے۔ میرے نزدیک مسلمانوں کی تباہی کا باعث افراد کی عدم تربیت اور خود غرضانہ خیالات کا غلبہ ہے۔ وہ دوسری اقوام کے مقابلہ میں اس وجہ سے ذلیل رہتے ہیں۔ اور ملک کے لئے بھی مفید نہیں ہو سکتے میرا یہ خیال ہے۔ کہ ہم حکومت سے صحیح تعاون کر کے جسقدر جلد حکومت پر قابض ہو سکتے ہیں عدم تعاون سے نہیں۔ گورنمنٹ برطانیہ کی طاقت انگریز افسروں کے ذریعہ سے اس قدر نہیں ہے۔ جسقدر کہ خود غرض نفس پرست ہندوستانی افسروں کے ذریعہ سے۔ اگر ہم کالجوں اور سکولوں کے طلباء کے اندر یہ روح پیدا کر دیں کہ جو ان میں سے ملازمت کو ترجیح دیں۔ وہ اس غرض سے ملازمت کریں۔ کہ اپنی قوم اور اپنے ملک کو فائدہ پہنچائیں گے۔ تو یہ لوگ چند ماہ میں ہی حکومت کو اپنی آزادی لئے اور بے دھڑک مشورے سے مجبور کر سکتے ہیں۔ کہ وہ ہندوستانی نقطہ نگاہ کی طرف مائل ہو۔ بے شک ایسے لوگوں کی ملازمت خطرہ میں ہو گی۔ مگر جبکہ یہ لوگ ملازم ہی اس خطرہ کو مد نظر رکھ کر ہوئے ہوں گے۔ ان کے دل اس بات سے ڈرتے گے نہیں۔ دوسرے کوئی گورنمنٹ ایک وقت میں ہزاروں لاکھوں ملازموں کو اس جرم میں الگ نہیں کر سکتی۔ کہ تم کیوں سچائی سے اصل واقعات کو پیش کرتے ہو۔ اگر ایسے لوگ

محکمہ پر ہی ایسے حب الوطنی سے سرشار لوگ قبضہ کر لیں۔ تو حکومت ہند میں بہت کچھ اصلاح ہو سکتی ہے۔

ایک صیغہ تجارت کا ہو۔ جو مسلمانوں کی تجارتی کمزوری کو دور کرنے کی کوشش کرے۔ ایک صنعت و حرفت کا۔ ایک تحفظ حقوق ملازمت کا۔ ایک حفظان صحت کا۔ ایک امور خارجیہ کا۔ جو غیر اقوام سے تعلقات کا نگران رہے۔ ایک عدالت کا۔ جو پنچایت سسٹم کو کامیاب بنانے کی کوشش کرے۔ ایک احتساب کا جو اس امر کا مطالعہ کرتا رہے۔ کہ مسلمانوں میں اخلاقی و تمدنی خرابیاں تو کوئی پیدا نہیں ہو رہیں۔ اسی طرح ایک صیغہ بیت المال کا۔ اور ایک محاسبہ کا۔ اور یہ سب صیغے ایک دوسرے سے آزاد ہوں۔ تا آزاد طور پر ایک دوسرے کے کام کی نگرانی کر سکیں۔ ان صیغوں کے متعلق ہر بستی اور ہر گاؤں میں ایک انتظامی جال پھیلا ہوا ہو۔ تاکہ صرف سالانہ تقریر دن تک یہ کام محدود نہ رہے۔ بلکہ حقیقی کام بھی دکھا سکے۔

تحقیقاتی کمیٹی کی ضرورت

اس انتظام کے ماتحت یہ ضروری ہو گا۔ کہ فوراً ایک تحقیقاتی کمیٹی بٹھائی جائے۔ جو اس امر پر غور کرے۔ کہ مسلمانوں کو دوسری اقوام کے اثر سے آزاد ہونے کے لئے کون کونسی چیزوں کی ضرورت ہے۔ مثلاً یہ کہ کون کون سے صیغوں میں مسلمانوں کا حصہ ملازمت اسقدر کم ہے۔ کہ وہ اپنے حقوق کی آزادانہ حفاظت نہیں کر سکتے۔ یا مثلاً کون کون سے پیشے ایسے ہیں۔ کہ ان میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے۔ مثلاً جیسے انجیرنگ ہے۔ تریاز طب ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح تجارت اور صنعت و حرفت کے متعلق غور کیا جائے۔ کہ ان کے کون کون سے ضروری شعبے ہیں۔ جو مسلمانوں کے ہاتھ میں نہیں ہیں۔ یا ان میں انکا دخل اس قدر کم ہے۔ کہ وہ آزاد قومی زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ یہ سب کمیٹی غور کے بعد جن امور کی طرف فوری توجہ مناسب سمجھے۔ ان کی طرف مختلف ذمہ وار محکموں کو توجہ دلائے۔ جن کا فرض ہو۔ کہ جلد سے جلد ان کمیوں کو پورا کریں۔ اگر ایسی کمیٹی بنائی گئی۔ اور اس نے محنت سے کام کر کے مختلف شعبہ ہائے عمل میں مسلمانوں کا حصہ معلوم کیا۔ تو مسلمانوں کی آنکھیں کھل جاویں گی۔ کہ بحیثیت ایک قوم کے وہ ہرگز آزاد نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی ہمسایہ قومیں ان کو تمدنی امور میں اس طرح دبائے ہوئے ہیں۔ کہ یہ ایک دن بھی آزاد زندگی بسر نہیں کر سکتے۔

مسلم بنک کا سوال

تیسرا سوال مسلم بنک کا ہے۔ میں چونکہ سود کے لینے دینے کو ہر حالت میں ناجائز سمجھتا ہوں۔ اس مسئلہ پر لکھنا کچھ مفید نہیں سمجھتا۔ ہاں اگر بلا سود کے بنک کی صورت نکل سکے۔ جو میرے نزدیک نکل سکتی ہے۔ تو ہماری جماعت تفصیل معلوم ہونے اور مطمئن ہونے پر ایسے بنک میں شامل ہو سکتی ہے۔

قیام بیت المال

یہ بھی ایک ضروری شے ہے۔ مگر اس امر کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ کہ روپیہ ان لوگوں کے ہاتھ میں نہ رہے۔ اس کا باقاعدہ حساب ہوتا رہے۔ اور ایسے لوگوں کے ذریعہ سے حسابات چیک کروائے جاویں۔ جو آزاد ہوں۔ اور یہ بھی ضروری ہے۔ کہ اس نظام کو رجسٹرڈ کر دالیا جائے۔ تاکہ کارکنوں کو عدالتی کارروائی کا بھی خوف رہے۔ بے شک جذباتی طور پر یہ امر ناپسندیدہ معلوم ہو۔

لیکن فطرت انسانی کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ اس قسم کی احتیاطوں کی اشد ضرورت ہے اور جب تک یہ احتیاطیں نہ کی جاوینگی۔ اور دیانت کا اعلےٰ نمونہ نہ دکھایا جائیگا۔ کبھی کام میں برکت نہ ہوگی۔ اور لوگوں کی طبائع میں حقیقی جوش نہ پیدا ہوگا ؛

بیت المال کے قیام میں اس امر کو بھی مدنظر رکھنا ضروری ہوگا۔ کہ جن جماعتوں کے قومی بیت المال موجود ہیں۔ ان کے نظام سے نیا نظام ٹکرائے نہیں۔ کیونکہ کوئی قوم اپنے چلتے ہوئے کام کو اس لئے تجربہ کے لئے قربان کرنے کے لئے تیار نہ ہوگی۔ اور نہ ہی وہ اپنے مخصوص نظام کو کسی وقت بھی نظام عام کے لئے چھوڑنے پر آمادہ ہوگی ؛

اصلاح رسوم و رفع تنازعات

پانچواں امر اصلاح رسوم و بدعات و رفع تنازعات کے متعلق ہے۔ یہ ایک نہایت ہی نازک سوال ہے اور اگر کانفرنس کسی دیر پا نظام کی صورت دیکھنا چاہتی ہے۔ تو اسے اس امر میں سوچ سمجھ کر دخل دینا چاہیئے۔ بہت سی رسوم اس قسم کی ہیں۔ کہ ان کو مختلف فرقے اپنے مذہب کا جزو سمجھ رہے ہیں اور ان میں دخل دینا ان کے نزدیک مذہبی دست اندازی ہوگا۔ پس اس غرض کے حصول کے لئے کوئی عام قاعدہ بنانا اشتقاق و فساد کی بنیاد رکھنا ہوگا۔ اگر کانفرنس اپنے کام میں کامیاب ہونی چاہتی ہے۔ تو اس کو چاہیئے۔ کہ اصلاح رسوم کا کام ہر فرقہ کے علماء اور عمائدین کے ہاتھ میں رہنے دے۔ اور اسی وقت اور اسی حد تک دخل دے۔ کہ کسی جماعت کے علماء و عمائدین اس کے ساتھ متفق ہوں۔ اس کا ایک آسان طریق میں بتاتا ہوں۔ جو یہ ہے۔ کہ مرکزی نظام کی طرف سے ایک کمیٹی تحقیقاتی بٹھائی جائے۔ جو ہر ضلع میں اپنے ماتحت سب کمیٹیاں مقرر کردے۔ جو اپنے اپنے علاقہ کی قابل اصلاح رسوم کی فہرست بنا کر اور ساتھ یہ لکھکر کہ یہ فلاں فلاں فرقہ یا جماعت میں پائی جاتی ہیں۔ مرکزی کمیٹی کو اطلاع دے۔ مرکزی جماعت تمام رسوم کی ایک فرقہ وار لسٹ بنادے۔ یعنی اس طرح کہ فلاں فرقہ اور جماعت میں فلاں فلاں رسم پائی جاتی ہے۔ جس کی اصلاح تمدنی یا اخلاقی لحاظ سے ضروری ہے۔ اور پھر وہ لسٹ ہر فرقہ علماء کی کمیٹی کو دے۔ کہ وہ اس پر اپنی رائے لکھیں۔ کہ اس لسٹ میں سے کونسے امور کو وہ مذہبی اعمال سمجھتے ہیں۔ اور ان میں کسی قسم کا دخل دینے کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور کونسے امور کو وہ مضر اور قابل اصلاح رسوم سمجھتے ہیں۔ جن امور کو وہ رسوم قرار دیں۔ انکے متعلق ان کی اور عمائدین فرقہ کی مدد سے اصلاح کی کوشش کی جائے۔ اور جن امور کو وہ مذہب کا حصہ یا ضروری قرار دیں۔ ان کو اس قوم کی اصلاح کے وقتی پروگرام سے نکال دیا جائے۔ گو مرکزی جماعت کا یہ حق ہوگا۔ کہ وہ تبادلۂ خیالات کے ذریعہ سے کسی فرقہ کے علماء کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کرے۔ اور ان پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے۔ کہ وہ امور رسوم ہیں۔ مذہب کا حصہ نہیں ہیں۔ مگر یہ افہام و تفہیم ایسے رنگ میں ہونی چاہیئے۔ کہ بحث و مباحثہ کا رنگ اختیار نہ کرلے۔

ہر فرقہ کے علماء کی کمیٹی

اس اصلاحی کام کو کامیاب بنانے کے لئے اور دوسرے نظام کو مکمل کرنے کے لئے یہ ضروری ہوگا۔ کہ ہر فرقہ کے لوگوں سے یہ درخواست کی جائے۔ کہ وہ اپنے علماء کی ایک کمیٹی تجویز کریں۔ جس سے تمام ایسے امور میں اس فرقہ کے متعلق مرکزی نظام مشورہ لے سکے۔ جن کا اثر مذہب پر پڑتا ہے۔ اور جن کی مدد سے وہ اس فرقہ کے نقطۂ خیال کو سمجھنے میں کامیاب ہوسکے۔ ایسی کمیٹیاں اگر ان سے صحیح طور پر کام لیا جائے نہایت ہی مفید ہونگی ؛

پنچائتوں کا قیام

تصفیۂ تنازعات اور پنچایتوں کا قیام بھی ایک نہایت ہی نازک سوال ہے۔ اور اس میں سب سے بڑی مشکل اختلاف مابین الجماعات کی ہے۔ بعض فرقے دوسرے فرقوں کے اس قدر مقہور رہیں۔ کہ ان کو ان سے انصاف کی ہرگز کوئی امید نہیں ہوسکتی۔ جن کی جانیں محفوظ نہ ہوں۔ ان کے مال اور عزتیں کہاں محفوظ ہوسکتی ہیں۔ پس پنچایتوں کا عام قانون نہیں بنایا جاسکتا (۱) ہر فرقہ کے لوگ آپس کے جھگڑوں کو لازماً آپس میں طے کریں۔ عدالتوں میں ان کو نہ لے جاویں۔ سوائے فوجداری مقدمات کے جن میں سے ایسے مقدمات جن کا عدالتوں میں لے جانا قانونی طور پر ضروری ہے۔ اس قاعدہ سے مستثنےٰ سمجھے جاویں (۲) دو مختلف جماعتوں کے لوگوں کے جھگڑے کی صورت میں یہ فیصلہ کیا جائے۔ کہ جو جماعتیں کہ عام نظام میں شامل ہونا چاہتی ہیں۔ وہ اس میں شامل ہو جاویں۔ جن کو ابھی اپنی ہمسایہ قوم پر اعتبار نہ ہو۔ ان کو مہلت دی جائے۔ کہ وہ اس نظام کی خوبی کا تجربہ کریں۔ پھر جو جو قوم مطمئن ہوتی جا ے۔ وہ عام نظام پنچایت میں شامل ہوتی جائے ؛

ہاں یہ ضروری ہوگا۔ کہ تجارتی اور صنعتی جھگڑوں کو عام پنچایتوں سے الگ رکھا جائے کیونکہ ان کی باریکیوں کو عام لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ پس عام پنچائیتوں کے ساتھ ساتھ ایک تجارتی و صنعتی پنچایتوں کا سلسلہ بھی ہونا چاہیئے ؛

تحفظ مساجد و اوقاف و قیام مکاتب

یہ سوال بھی گو توجہ طلب ہے۔ مگر پیچیدہ ضرور ہے۔ میرے نزدیک اس سوال کو ان دنوں خواہ مخواہ ایک قومی رنگ دے دیا گیا ہے۔ میرے نزدیک یہ ضروری ہے کہ مساجد کی حفاظت ہو۔ مگر مساجد کی حفاظت اس طرح نہیں ہوسکتی۔ کہ ہم ان کی چھتوں کا خیال رکھیں۔ اور وہاں لوٹے مہیا کریں۔ بلکہ مساجد کی حفاظت نمازی کی طرف توجہ پیدا کرانے سے ہوسکتی ہے۔ جس مسجد کے نمازی موجود ہیں۔ وہ آباد ہے۔ اور اس کی حفاظت کے لئے کسی بیرونی جدوجہد کی ضرورت نہیں۔ اس تحفظ مساجد کا اصل حل مسلمانوں میں مذہبی روح کا پیدا کرنا ہے۔ اور بڑوں اور چھوٹوں کو مجبور کرنا ہے۔ کہ وہ نمازوں میں شامل ہوں ؛

بے شک جو مساجد شکستہ ہیں۔ اور جن کا انتظام خراب ہے۔ ان کا انتظام کرنا چاہیئے مگر کثیر التعداد جماعتوں کو ایک منٹ کے لئے بھی قلیل التعداد جماعتوں کی مساجد میں دخل اندازی کا خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ ورنہ مسجدیں آباد نہ ہونگی۔ ویران ہونگی۔ اسلام کی طاقت بڑھیگی نہیں کمزور ہوگی ؛

اوقاف کے متعلق بھی یہی خیال رہنا چاہیئے۔ اور یہی قاعدہ ہونا چاہیئے۔ کہ جس غرض کیلئے کوئی وقف ہو۔ اور جس قوم کا وقف ہو۔ اس کا انتظام اسی کے ذریعہ سے ہو۔ نہ کہ دوسری قومیں بلاوجہ اس میں دخل دینے کی کوشش کریں ؛

قیام مکاتب نہایت ضروری ہے۔ بغیر تعلیم کے نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ اور میرے نزدیک۔ تو اگر روپیہ مہیا ہوسکے۔ تو ابتدائی تعلیم ہر مسلمان کیلئے ممکن الحصول بنادینی چاہیئے۔ بلکہ ہر مسلمان کو مجبور کرنا چاہیئے۔ کہ وہ اپنے بچوں کو خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں تعلیم دلوائے ؛

ہندو مسلم مناقشات و تعلقات

ساتواں امر ایجنڈے میں ہندو مسلم مناقشات و تعلقات کا ہے۔ اور در حقیقت میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس کانفرنس کی ضرورت ہی اس سوال کے سبب سے پیدا ہوئی ہے۔ اگر ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات درست ہوتے۔ تو اس رنگ میں تنظیم اور سنگھٹن کا خیال بھی شائد پیدا نہ ہوتا ؛

میری رائے میں ملک کی سخت بدقسمتی ہوگی۔ اگر ہم اس سوال کو حل نہ کرسکیں۔ اگر مسلمان اور ہندو آپس میں محبت سے نہیں رہ سکتے۔ تو وہ ہرگز سلف گورنمنٹ کے مستحق نہیں۔ اور میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کا یہ خیال ہے۔ کہ ہندوستان آج بھی پوری طرح سلف گورنمنٹ کے حصول کے قابل ہے۔ بشرطیکہ قومی مناقشات دور ہو جائیں۔ اور سو سال تک بھی سلف گورنمنٹ کے قابل نہ ہوگا۔ اگر قومی مناقشات دور نہ ہوں۔ خواہ انفرادی طور پر ہندوستان کے باشندے یورپ کے لوگوں سے کتنے ہی زیادہ تعلیم یافتہ اور مہذب کیوں نہ ہو جائیں۔ میرے نزدیک ہمیں اپنی قومی زندگی کے تحفظ کے سامان کرنے کے لئے ہر طرح ہندو مسلم اتحاد کے لئے کوشش کرنی چاہیئے۔ اور ایثار اور قربانی سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔ بشرطیکہ وہ قربانی ہماری قومی زندگی کو کمزور کرنے والی نہ ہو ؛

ہندو مسلم منافقات کی وجہ

جہاں تک میں سمجھتا ہوں تمام اختلاف کی بنیاد دو امر ہیں (۱) اختلاف کے باوجود اتحاد کے کرنے کی حقیقت کو نہ سمجھنا اور جو طبعی اختلافات ہیں۔ انکو بالجبر مٹانے کی کوشش کرنا (۲) اس امر سے آنکھیں بند رکھنا کہ ہندو مسلمانوں میں حقیقتاً سیاسی اختلاف بھی موجود ہے۔ اور اس اختلاف کی موجودگی میں اتحاد کی صورت صرف یہ ہو سکتی ہے کہ ایسے قواعد بن جاویں۔ جنپر چلکر ہر ایک قوم دوسرے کے حملہ سے محفوظ ہو جائے کیونکہ جب تک اطمینان نہ ہو جائے۔ اسوقت تک امن نہیں ہو سکتا۔

پہلے امر کی حقیقت کو نہ سمجھنے کے سبب سے گائے کی قربانی مساجد اور منادر کے احترام کا سوال پیدا ہوتا رہتا ہے۔ ہندو چاہتے ہیں کہ مسلمان انکے عقائد کے مطابق عمل کریں۔ اور مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ ہندو انکے معتقدات کا لحاظ رکھیں حالانکہ اگر دونوں فریق ایک دوسرے کے معتقدات سے متفق ہوتے۔ تو یہ اختلاف ہوتا ہی کیوں؟ ایک ہندو گائے کا جس قدر بھی ادب کرے اس کا کوئی حق نہیں کہ وہ ایک مسلمان سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ گائے کو ذبح نہ کرے جس طرح ایک مسلمان کا یہ حق نہیں کہ وہ ایک ہندو کو سؤر لینے سے باز رکھنے کی کوشش کرے۔ اسی طرح ایک مسلمان کا کوئی حق نہیں کہ وہ ایک ہندو سے یہ درخواست کرے کہ وہ مسجد کے پاس سے گذرتے ہوئے باجہ نہ بجائے۔ نہ ایک ہندو کا حق ہے کہ وہ مسلمانوں کو کسی مذہبی رسم کو مندر کے قرب میں بجالانے میں روک ڈالے۔ اختلاف وسعت حوصلہ سے مٹتا ہے۔ اور وسعت حوصلہ اس کا نام ہے کہ اگر کوئی شخص ہمارے مخالف عقیدہ رکھتا ہے تو ہم اسکو اسکے عقیدہ کے مطابق کام کرنے دیں جو اپنے عقیدہ کے مطابق کریں۔ قل اعملوا علی مکانتکم انی عامل اور لکم دینکم ولی دین۔ ہم سمجھانے کا حق رکھتے ہیں لیکن لڑنے جھگڑنے کا نہیں ۔

مذہبی عقائد میں دخل نہ دیا جائے

پس چاہیئے کہ ہندو مسلمان اس امر کو خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ ایک دوسرے کے عقیدہ میں اور مذہبی امور میں دخل نہ دیں۔ ہندو گائے کے مسئلہ میں مسلمانوں کو آزاد چھوڑ دیں۔ مسلمان ہندوؤں کو شرک کے مسئلہ میں اور سکھوں کو جھٹکہ اور مسیحیوں کو سؤر کے مسئلہ میں کچھ نہ کہیں۔ مسلمان مساجد میں نماز پڑھیں۔ اور اسکے باہر جو کچھ چاہے کوئی کرے اسمیں دخل نہ دیں۔ اور ہندو مندروں میں جو چاہیں کریں مگر گلیوں میں مسلمانوں سے نہ الجھیں۔ پبلک سڑکوں اور پبلک جگہوں کو خواہ مخواہ کی مذہبی نمائشوں سے بچایا جائے۔

ہندو مسلم تعلقات

اس سوال کا دوسرا حصہ ہندو مسلم تعلقات کے متعلق ہے۔ اور یہ تعلقات ان دوسرے نقص کے سبب سے جسے میں اوپر بیان کر آیا ہوں خراب ہو رہے ہیں۔ یعنی یہ کہ اس امر کو محسوس نہیں کیا جاتا کہ ایک لمبے عرصہ کے بغض و عناد کے سبب سے ہندو مسلم تعلقات خراب ہو رہے ہیں۔ اور یہ کہ تعلقات کی خرابی کا باعث وہ کروڑوں ہندو اور مسلمان ہیں۔ جو روزانہ آپس میں مل رہے ہیں نہ کہ بعض لیڈر۔ لیڈر بعض دفعہ اشتعال کا موجب ہو جاتے ہیں مگر اشتعال وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے قلوب میں موجود ہے۔ پس لیڈروں کی صلح سے ہرگز امن قائم نہیں ہو سکتا۔ ہندوستان نہ گاندھیوں، داسوں، نہروؤں اور شردھانندوں سے آباد ہے نہ علی برادرز اور ابوالکلاموں سے پس ان لوگوں کے سمجھوتے کا اثر عوام پر پڑ سکتا ہے نہ انکے قلوب کا انعکاس لوگوں کے قلوب پر۔ اور اگر ہر قصبہ اور ہر گاؤں میں لاکھوں کروڑوں ہندو مسلمانوں کے حقوق تلف کرتے ہوئے اور مسلمان ہندوؤں کے حقوق تلف کرتے ہوئے نظر آئینگے۔ تو امن کو کون قائم رکھ سکیگا۔ پس امن تب ہو سکتا ہے۔ جبکہ اس حالت شقاق کو تسلیم کر لیا جائے۔ اور بجائے آنکھیں بند کرکے صلح کا اعلان کر دینے کے جو چند ماہ سے زیادہ نہ ٹھہریگا۔ اور وہ بھی ظاہر میں۔ کیونکہ عملاً ایک دوسرے کی گردن برابر کاٹی جاتی رہیگی۔ چاہیئے کہ عارضی طور پر ایسے قوانین بنائے جاویں۔ جن سے قلیل التعداد جماعتوں کے حقوق محفوظ ہو جاویں۔ اور ہندو صاحبان اس امر کو تسلیم کر لیں کہ مسلمانوں اور دیگر قلیل التعداد جماعتوں کو انکی آبادی کے تناسب کے مطابق نیابتی حقوق بھی ملیں۔ اور سرکاری خدمات کا حصہ بھی۔ اور نہ صرف اس معاہدہ پر عمل ہو۔ بلکہ اس کو کانسٹی ٹیوشن میں داخل کیا جائے۔ تا کثیر التعداد جماعت اپنی کثرت رائے سے انکو کسی وقت بھی قلیل التعداد جماعتوں کی مرضی کے خلاف بدل نہ سکے ۔

ہندوؤں کی چھوت چھات

اسی طرح چونکہ ہندو لوگ مسلمانوں سے خوردونوش کے سامان نہیں خریدتے اور ہر سال کم سے کم بیس کروڑ روپیہ ہندوؤں کی جیبوں میں مسلمانوں کی طرف سے ایسا جاتا ہے جس کا واپس آنا ناممکن ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو اپنی تمدنی ضروریات کے لئے اور اپنی قومی زندگی کی حفاظت کے لئے اسوقت تک کہ ہندو مسلمانوں کا یہ سوشل مقاطعہ چھوڑ دیں۔ ہندوؤں سے خوردونوش کی چیزیں ہرگز نہیں خریدنی چاہئیں۔ اور چھوت کے اس پہلو کو نہایت مضبوطی سے پکڑ لینا چاہیئے۔ اور ہندوؤں کو اس سے ناراض نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اسی طرح کے بغیر مسلمانوں کی مالی حالت بھی درست نہیں ہو سکتی۔ اور وہ کبھی تمدنی غلامی سے آزاد نہیں ہو سکتے ۔

سیاست ہند کے متعلق مسلمانوں کا رویہ

آٹھواں سوال سیاست ہند کے متعلق مسلمانوں کا رویہ ہے۔ اس کے متعلق مجھے یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ کہ کوئی عقلمند انسان کبھی خیال کریگا۔ کہ مسلمانوں کو سلف گورنمنٹ کے حصول کیلئے کوشش کرنی چاہیئے یا نہیں۔ آزادی ہر قوم کا حق ہے۔ اور مسلمان اس حق کو نظرانداز نہیں کر سکتے۔ مگر سوال صرف طریق عمل کا ہے۔ میں اپنے متعلق یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ میرے نزدیک عدم تعاون سے تعاون زیادہ کارآمد حربہ ہے۔ اور میں ان لوگوں سے جو اس حربہ کو استعمال کئے بغیر عدم تعاون پر عامل ہو گئے ہیں۔ درخواست کرتا ہوں کہ وہ ایک دفعہ تعاون کا حربہ بھی چلا کر دیکھیں بیشک اس حربہ کا چلانا بہت بڑی جرأت اور دن رات کی محنت چاہتا ہے۔ مگر ملک کی بہتری ایسا کام نہیں جس کے لئے ذاتی آرام کی قربانی نہ کی جا سکے۔ میں ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا۔ کہ تعاون کا تجربہ کر لیا گیا ہے۔ تعاون کا نہیں خوشامد یا ذاتی اغراض اور طمع کا بلکہ جھوٹ اور فریب کا تجربہ اسوقت تک کیا گیا ہے۔ ملک کے فوائد کو مدنظر رکھکر تعاون کا تجربہ بہ حیثیت قوم اب تک کل ہندوستان نے تو الگ رہا کسی ایک قوم نے بھی نہیں کیا۔ پس اس امر کو بلا تجربہ کئے چھوڑ دینا اور ملک کو فتنہ و فساد کی ندی میں دھکیل دینا کہ حوادث زمانہ کی تھپیڑیں کھاتا پھرے۔ کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ اور عدم تعاون کو ہمیں یہ کہونگا۔ کہ اگر ایک فریق عدم تعاون کا قائل ہو تو اسے نہیں چاہیئے۔ کہ تعاون کے خیال والوں کی ذاتی مخالفت کرے تا انکی نیت پر الزام لگائے۔

مسلمانوں کا سلوک اپنے لیڈروں سے

افسوس مسلمانوں نے اپنے پچھلے غلط رویہ سے کتنا نقصان اٹھایا ہے۔ جبکہ ہندوؤں کے تعاونی لیڈر پنڈت مالویہ جیسا۔ پبلک اور کانگریس میں ویسے ہی معزز رہے جیسے کہ وہ پہلے تھے۔ سر سپرو اور شاستری اسی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے رہے جس سے پہلے دیکھے جاتے تھے۔ مسلمانوں کے لیڈر مسٹر جناح اور فضل الحق سر شفیع اور اسی قسم کے دوسرے لوگ جو عدم تعاون کے قائل نہ تھے۔ یا اسکے اندھا دھند مقلدوں میں سے نہ تھے انکی آواز اس طرح دبا دی گئی۔ کہ گویا انہوں نے ملک کی کوئی خدمت کی ہی نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہندو تعاون اور عدم تعاون دونوں کے فوائد سے مالا مال ہو گئے۔ اور مسلمان دونوں طرف سے گھاٹے میں رہے۔

پچھلے سال کے سفر یورپ میں جن یورپین اہل الرائے سے ملا ہوں میں نے دیکھا ہے۔ سوائے ایک یا دو کے سب کے سب باوجود اختلاف کے ہندو لیڈروں کے مداح تھے۔ اور سوائے ایک یا دو کے سب کے سب مسلمان لیڈروں کو حقیر اور بیہودہ سمجھتے تھے۔ اور اسکا باعث یہی ہے کہ مسلمان ایک وقت میں اپنے لیڈروں کو سر پر چڑھاتے ہیں۔ دوسرے وقت میں انکو اختلاف پر قعر مذلت میں گرا دیتے ہیں۔ حالانکہ اعزاز اور اکرام اور شئے ہے۔ اتباع اور۔ وہ انکی اتباع نہ کریں مگر اختلاف رائے سے جو دیانتداری پر مبنی ہو۔ انکی پچھلی خدمات پر پانی کیوں پھر جاتا ہے۔

سیاست سودا ہے

دوسرا نقص یہ ہے۔ کہ ہم لوگ اس امر کو نہیں جانتے۔ کہ سودا کیا شئے ہے۔ تمام سیاست سودے پر چل رہی ہے۔ اور جب تک یہ سودا ہم نہ سیکھینگے اسوقت تک نہ گورنمنٹ کے ساتھ معاملہ میں کامیاب ہونگے۔ نہ دوسری اقوام سے ہمیں کبھی یہ رویہ اختیار نہیں کرنا چاہیئے کہ جو کچھ کہتے ہیں بس اس سے ہم ایک قدم نہیں ہٹینگے۔ بیشک ہم حسن تدبیر سے یہ کوشش کریں۔ کہ دلیل سے حکمت سے دوسرے کو اپنے مطلب کی طرف کھینچ لاویں۔ بلکہ اپنے مطالبہ سے بھی زیادہ حق لے لیں لیکن عدم تسلیم کی کارروائی پر ہمیں کبھی عمل نہیں کرنا چاہیئے۔ ہمیں دنیا کے سامنے کبھی اپنے مطالبات اس صورت میں نہیں رکھنے چاہئیں کہ انکو مانتے ہو۔ تو مانو۔ ورنہ تو ہم جاتے ہیں۔ بلکہ ہمیشہ اسپر آمادہ رہنا چاہیئے اور اس آمادگی کو ظاہر کرنا چاہیئے کہ دوسرے کی مشکلات اور اسکے راستہ کی روکوں کو بھی ہم غور سے سنیں گے۔ اور انکا لحاظ کریں گے۔

علیحدہ حق نیابت

میرے نزدیک مسلمانوں کی سیاسی طاقت کے مضبوط کرنے اور گورنمنٹ خود اختیاری کو درست بنانے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ انکے مطالبات کو اسطرح پیش کیا جایا کرے۔ کہ وہ صرف معقول ہی نہ ہو۔ بلکہ دوسروں کو بھی معقول نظر آویں۔ میں مثال کے طور پر ایک امر کو لیتا ہوں۔ اور وہ علیحدہ حق نیابت ہے۔ یورپ کے لوگ علیحدہ حق نیابت کو ملک کے حق میں سخت مضر خیال کرتے ہیں۔ اور یہ بات بھی درست ہے مگر مسلمانوں کی کمزوری یا ہندوؤں کا کل شعبوں پر قبضہ اور مسلمانوں کی ترقی کے راستہ بند کر دینا یہ ہمیں مجبور کرتا ہے۔ کہ جب تک اس حالت کی اصلاح نہ ہو جاوے جداگانہ حق نیابت کا مطالبہ کریں۔ بلکہ ملازمتوں میں بھی اپنا نسبتی حق مانگیں۔ اب یورپ کے نزدیک جداگانہ حق نیابت گو خود کشی ہے۔ لیکن ملازمتوں میں حق نسبتی کا مطالبہ پورا اور کھلا ہوا جنون ہے۔ اتفاق ایسا ہے۔ کہ ہندوؤں کا بوجہ کثیر التعداد ہونے کے اس امر کے رائج کرنے میں فائدہ ہے۔ پس وہ اپنے فائدہ کی غرض سے اسکی تائید کرتے ہیں۔ اور اہل یورپ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ خدا پرست ہیں اور مسلمان پاگل اور ملک کے دشمن۔ مجھے لنڈن میں سب سے بڑے اور روزانہ اخبار ... ایڈیٹر سے ملنے کا اتفاق ہوا ... مسلمانوں

[illegible] سب سمجھتے ہیں۔ کہ یہ ناجائز ہے۔ اور اب جو ملازمتوں کا سوال اٹھا ہے [illegible] پس ضروری ہے کہ مسلمان اپنے مطالبات کو ایسی زبان میں اور واقعات کی روشنی میں گورنمنٹ اور اہل انگلستان کے سامنے رکھیں [illegible] جب تک کہ ملک کا امن تبدیل نہ ہو جاوے۔ [illegible] کے سامنے اپنی ضروریات کو مدلل پیش کرنے کے علاوہ ہمارا فرض ہے کہ ہم انگلستان کی عام رائے میں بھی تبدیلی پیدا کریں۔ [illegible] میں جو مسلمان طلباء پڑھتے ہیں۔ وہ بھی اپنے ملک سے دور ہونے کے سبب ہندوستان کے واقعات سے ناواقف ہیں [illegible] نیابت اور حقوق ملازمت کے مطالبات [illegible]

مسئلہ تعلیم و تجارت

آخری بات تعلیم و تجارت و صنعت و حرفت کی ترقی کا مسئلہ ہے۔ تعلیم کے متعلق تو میں صرف اسقدر کہنا چاہتا ہوں کہ ہمیں تعلیم میں اس امر کو مدنظر رکھنا چاہئیے کہ [illegible] موجودہ حالت یہ ہے کہ مسلمان نوجوانوں کے سامنے کوئی خوشی کا [illegible] بزرگوں کی ایسی بھیانک شکل ہمارے سامنے پیش کی گئی ہے [illegible] اور اس کا نتیجہ اس غلط تعلیم کا ہے۔ جو اسکولوں میں دی جاتی ہے۔ پس تعلیم کا یہ پہلو خاص توجہ کا محتاج ہے۔

مسلمان بادشاہوں کی خوبیاں

ہمیں مسلمان بادشاہوں کی وہ خوبیاں جو چھپائی جاتی ہیں ظاہر کرنی چاہئیں اور [illegible] اسلام کی تاریخ [illegible] واقعات سے بحث کی جاتی ہے۔ [illegible]

دینی تعلیم کی ضرورت

اسی طرح یہ ضروری ہے۔ کہ دینی تعلیم کی طرف خاص طور پر توجہ کی جائے۔ بغیر دینی تعلیم کے مسلمان مسلمان نہیں بن سکتے۔ اور جس کو اسلام سے محبت ہے۔ وہ اس اعلیٰ سے اعلیٰ دنیوی تعلیم کو بھی کچھ نہیں سمجھ سکتا۔ جبتک کہ اس کے ساتھ دینی تعلیم نہیں۔

اسلامی تمدن پر تاریخی کتب

تیسرا پہلو تعلیم کو مکمل کرنے کیلئے اس امر کی بھی ضرورت ہے۔ کہ ایسی تاریخی کتب لکھی جاویں۔ اور طالب علموں کو پڑھائی جاویں۔ جو اسلامی تمدن پر روشنی ڈالتی ہوں۔ اسوقت تک جو کتب لکھی جاتی ہیں۔ وہ علاوہ ناقص ہونے کے چند آدمیوں کے حالات پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ان سے مسلمانوں کے تمدن کا بحیثیت قوم کچھ پتہ نہیں لگتا۔ اور کسی ایک یا چند آدمیوں کے اچھے یا برے [illegible]

تعلیم نسواں

تعلیم کی تکمیل کیلئے یہ بھی ضروری ہے۔ کہ عورتوں کی تعلیم کی طرف خاص طور پر زور دیا جائے۔ [illegible] اور [illegible] زبانوں اور دیگر ایسی تعلیم کی جو [illegible] کیلئے ضروری ہیں۔

مسلمان بچے اور تمدن یورپ

میرے نزدیک ایک ضروری چیز اسوقت ہمارے لئے یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو یورپ کے تمدن سے آزاد رکھیں۔ تمدنی غلامی سیاسی غلامی سے بہت بڑھ کر ہے۔ سیاسی غلامی میں انسان کا دل آزاد ہوتا ہے لیکن تمدنی غلامی میں اسکا دل بھی غلام ہو جاتا ہے۔ [illegible] ہم ترقی کی کبھی امید نہیں رکھ سکتے۔

تجارت کے متعلق مشورہ

تجارت کے متعلق میں یہ مشورہ دینا چاہتا ہوں۔ کہ اس امر سے مسلمانوں نے سب دوسرے امور کی نسبت زیادہ تغافل برتا ہے۔ تجارت بالکل مسلمانوں کے قبضہ میں نہیں ہے۔ اسکا ہر ایک شعبہ ہندوؤں کے قبضہ میں ہے۔ اور اسکی وجہ سے مسلمان اقتصادی طور پر ہندوؤں کے غلام ہیں۔ اور ان کی گردنیں ایسی بری طرح انکے پھندے میں ہیں۔ کہ وہ بغیر ایک جان توڑ جدوجہد کے اس سے آزاد نہیں ہو سکتے۔ آڑھت۔ صرافی۔ تجارت درآمد و برآمد۔ ایجنسی۔ انشورنس۔ بنکنگ۔ ہر اک شعبہ جو تجارت کے علم سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں وہ نہ صرف پیچھے ہیں۔ بلکہ اسکے مبادی سے بھی واقف نہیں اور اسکے دروازے تک بھی نہیں پہنچے۔ صرف چند چیزیں خرید کر دوکان میں بیٹھ جانے کا نام وہ تجارت سمجھتے ہیں۔ اور ان چیزوں کے بیچنے اور خریدنے کا بھی ڈھنگ انکو نہیں آتا۔ وہ اس وجہ سے نابلد ہونیکے سبب اس دیانت تجارت اور خلق تاجرانہ سے جس کے بغیر تجارت باوجود علم کے بھی نہیں چل سکتی ناواقف ہیں پس ضروری ہے۔ کہ ایک کمیشن کے ذریعہ تجارت کی تمام اقسام کی ایک لسٹ بنائی جائے۔ اور پھر دیکھا جائے۔ کہ کس کس قسم کی تجارت میں مسلمان کمزور ہیں۔ اور کس کس قسم کی تجارت سے مسلمان بالکل غافل ہیں۔ اور پھر ان نقائص کا ازالہ شریعت کے احکام کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا جائے۔

مسلم چیمبر آف کامرس

یہ بھی ضروری ہے۔ کہ ایک مسلم چیمبر آف کامرس بنائی جائے۔ تا کہ مسلمان تاجروں میں اپنی قومی کمزوری کا احساس ہو اور وہ ایک دوسرے سے تعاون کا معاملہ کرنیکے عادی ہوں۔ ایسی چیمبر سے نظام مرکزی بھی نہایت قیمتی مدد اپنے اغراض کے پورا کرنے میں لے سکتا ہے۔

صنعت و حرفت

صنعت و حرفت کا میدان میرے نزدیک تجارت سے بھی اہم ہے۔ کیونکہ (۱) اسمیں نفع کا زیادہ موقع ہے۔ اور (۲) اسمیں دوسرے ملکوں کی دولت کھینچی جا سکتی ہے۔ اور (۳) ملک کے لاکھوں آدمیوں کے گذارہ کی صورت پیدا ہو جاتی ہے (۴) تجارت کا دارومدار اس پر ہے۔ جو قوم اس پر اچھی طرح قابو پالے۔ وہ تجارت کو اپنے ہاتھ میں آسانی سے لے سکتی ہے۔ (۵) اسکے ذریعہ سے ملک اقتصادی اور سیاسی غلامی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

مسلمانوں کے لئے اس میدان میں بہت موقع ہے۔ اوّل تو اس وجہ سے کہ جو ملکی قدیم صنعت و حرفت ہے۔ اس کا بیشتر حصہ مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ گو وہ آج کل مردہ ہے۔ لیکن اگر اسکو ابھارا جائے۔ تو مسلمانوں کے پاس ایک بیج موجود ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ وسیع پیمانے پر صنعت و حرفت کا تجربہ ابھی ہمارے ملک میں شروع نہیں ہوا۔ یہ صیغہ ابھی ابتدائی تجارب کی حالت میں ہے۔ اور بہت ہی قریب زمانہ سے لوگ اسکی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ پس مسلمانوں کے لئے اس میدان کا دروازہ بند نہیں۔ اور وہ آسانی سے اپنا حصہ بلکہ اپنے حصہ سے بڑھ کر اس شعبۂ عمل میں حاصل کر سکتے ہیں۔ پس میرے نزدیک اس امر کی طرف فوری توجہ ہونی چاہئیے۔ اور اس کا بہترین طریق یہی ہے۔ کہ (۱) ایک بورڈ آف انڈسٹریز مقرر کیا جائے جس کا کام یہ ہو۔ کہ وہ ان صنعتوں کی ایک فہرست بنائے۔ کہ جو اس وقت مسلمانوں میں رائج ہو رہی ہیں۔ اور نہ ان کی جو آسانی سے رائج ہو سکتی ہیں۔ اور ان کی جن کی ملک کی اقتصادی آزادی کیلئے ضرورت ہے۔ جو رائج ہیں ان کو تو ایک نظام میں لا کر ترقی دینے کی کوشش کی جائے۔ اور جو ملک میں رائج ہیں۔ مگر مسلمان ان سے غافل ہیں۔ انکی طرف مسلمان سرمایہ داروں کو توجہ دلا کر ان کو جاری کروایا جائے۔ اور جو ملک میں رائج ہی نہیں ہیں۔ مگر ان کی ضرورت ہے۔ انکے لئے تجربہ کار آدمیوں کا ایک وفد بیرونی ممالک میں بھیجا جائے۔ جو ان کے متعلق تمام ضروری معلومات بہم پہنچائے۔ اور جن جن صنعتوں کا اجراء وہ ممکن قرار دے۔ ان کیلئے ہوشیار طالبعلموں کو وظیفہ دیکر بیرونی ممالک میں تعلیم دلوائی جائے۔ اور ان کی واپسی پر مسلم سرمایہ داروں کے ذریعہ سے ان صنعتوں کے کارخانے جاری کئے جاویں۔

سیاسی اتحاد کے بغیر کامیابی محال ہے

میں جس قدر کہ ایک مختصر پمفلٹ میں لکھا جا سکتا ہے۔ لکھ چکا ہوں تفاصیل پر بحث اسوقت کر سکتا ہوں۔ جبکہ انکی ضرورت محسوس ہو۔ اور اس لئے پھر ایک دفعہ اس امر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ کہ سب محنت رائگاں اور سب تدابیر عبث جائینگی۔ اگر اس امر کو اچھی طرح نہ سمجھ لیا گیا۔ کہ ہم باوجود ایک دوسرے کو کافر کہنے کے اغیار کی نظروں میں مسلمان ہیں۔ اور ایک کا نقصان دوسرے کا نقصان ہے۔ پس سیاسی میدان میں ہمیں مذہبی فتووں کو نظرانداز کر دینا چاہئیے۔ کیونکہ وہ ان کے دائرہ عمل سے خارج ہیں۔ اسلام ہرگز یہ نہیں کہتا۔ کہ تم اپنی سیاسی ضروریات کے لئے ان لوگوں سے ملکر کام نہیں کر سکتے۔ جن کو تم مسلمان نہیں سمجھتے۔ اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مشرکوں کے مقابلہ میں یہود سے سمجھوتہ کر سکتے ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ مسلمان کہلانے والے فرقے اسلام کی سیاسی برتری بلکہ یہ کہو۔ کہ سیاسی حفاظت کیلئے آپس میں ملکر کام نہ کر سکیں۔ اگر ہم ایسے موقع پر اتحاد نہ کر سکیں گے تو یقیناً اس سے یہ ثابت ہوگا۔ کہ ہمارا اختلاف اسلام کے لئے نہیں۔ بلکہ اپنی ذات کے لئے ہے۔ اپنے نفسوں کے لئے ہے۔ اللہ ہمیں اس بدبختی سے محفوظ رکھے۔ وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خاکسار

میرزا محمود احمد۔ امام جماعت احمدیہ۔ قادیان ضلع گورداسپور

(منشی عبدالرحمن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)